© rasailojaraid.com

نظرات

آہ مرحوم صدر جمہوریہ فخر الدین علی احمد

ملیشیا میں مرحوم فخرالدین علی احمد صاحب کے بیمار ہونے کی اطلاع اخبارات میں پڑھی تو ان سے جو تعلقِ خاطر تھا اس کے باعث تشویش پیدا ہوئی اور خصوصًا اس لئے کہ وہ دل کے مریض تھے، لیکن ۱۱ فروری کی صبح کو انگریزی اخبارات میں مرحوم کے بخیریت ہندوستان واپس پہونچ جانے کی خبر کے ساتھ ان کا وہ فوٹو بھی دیکھا جس میں وہ ہشاش وبشاش اور مسکراتے ہوئے وزیر اعظم اور کابینہ کے بعض وزراء کے ساتھ پالم پر ہوائی جہاز سے اتر کر کھڑے ہیں تو دل کو اطمینان ہوا اور اللہ کا شکر ادا کیا، یہ آٹھ ساڑھے آٹھ بجے کی بات ہے، اس کے بعد ۹½ بجے حسب معمول انسٹیٹوٹ آیا، سب سے پہلے انسٹیٹوٹ کے ڈائرکٹر کرنل تاج الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تو علیک سلیک کے بعد انھوں نے گلوگیر آواز میں کہا: "سخت افسوس ہے کہ صدر کا انتقال ہوگیا" یہ سننا تھا کہ جیسے بجلی گر پڑی اور جی دھک سے ہوکر رہ گیا۔ میں اور وہ فوراً ٹیلیفون پہ آئے۔ اور آخر جس خبر پر یقین کرنے کے لئے دل ہرگز آمادہ نہیں تھا اس پر یقین کرنا پڑا اور عالم یہ ہوا کہ

تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی

آنمرحوم کا ماتم گھر گھر بپا ہوا، ان پر سینکڑوں مضامین لکھے گئے، دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے صدر کی حیثیت سے بڑی بڑی حکومتوں کے نمائندوں نے اُن کی وفات پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اظہارِ غم کیا اور ان کی تدفین میں شرکت کی، ہزاروں قرآن مجید پڑھ کر ان کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا، سرکاری طور پر جو رسوم ضروری تھیں وہ ادا کی گئیں، ان کی زندگی سراپا عمل اور جدوجہد تھی۔ وہ ایک عظیم انسان کی طرح زندہ رہے اور اپنے ملک کے عظیم ترین انسان کی حیثیت میں جو ایک شخص کے لئے عزت و وجاہت دنیوی کا آخری نقطۂ عروج و ترقی ہے، دنیا سے عالم عقبیٰ کی طرف چل بسے، سدا رہے نام اللہ کا!

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم کے والد ماجد کرنل زیڈ۔ احمد آسام کے باشندہ تھے اور ان کی والدہ محترمہ نوابان لوہارو میں سے نواب زین العابدین عارف جن کا مرثیہ غالب نے لکھا ہے اُن کے خاندان سے تھیں، کرنل صاحب اگرچہ آسام کے تھے، لیکن بسلسلۂ ملازمت سرکاری ان کو دہلی اور اس کے اطراف واکناف میں رہتے ایک مدت ہو گئی تھی۔ حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم کے خاص دوستوں اور ہم نشینوں میں تھے اور کہتے ہیں کہ آسام کا دلی سے یہ پیوند حکیم صاحب کی خواہش اور ان کی کوشش پر ہی لگا تھا۔ یہ خاندان دولت و تمول، عزت و وجاہت اور تعلیم کے ساتھ دینداری اور شرافت میں ممتاز تھا، ایک مرتبہ مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ تحریک خلافت کے سلسلہ میں جب وہ پہلی مرتبہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ گرفتار ہوئے اور بجنور جیل میں رکھے گئے تو اس زمانہ میں، یہاں کے جیلر کرنل زیڈ احمد صاحب ہی تھے۔ کرنل صاحب کی بیگم صاحبہ نے قیدیوں کو نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھا تو بولیں: "ارے غضب خدا کا، تم نے کیسے اللہ والوں کو جیل میں لاکر بند کر دیا ہے"۔ کرنل صاحب نے جواب دیا: میں تو ملازم سرکار ہوں جو حکم ہے وہ کروں گا، البتہ تم ان قیدیوں کی دیکھ بھال اور خاطر تواضع کرتی رہو، چنانچہ مولانا کہتے تھے جب تک وہ جیل میں رہے ان کے اپنا ساتھیوں کے لئے طرح طرح کے عمدہ کھانوں کے خوان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیل میں آتے رہے، اس واقعہ کے بعد سے ہی مولانا کو اس خاندان سے بالکل برادرانہ اور عزیزانہ تعلق پیدا ہو گیا تھا جو آخر تک قائم رہا۔

جناب فخرالدین علی احمد صاحب جو غالباً بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے ۱۹۰۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے، تعلیم کلکتہ اور دہلی میں پائی، ایڈوکیٹ کی حیثیت سے کچھ دنوں پنجاب اور اترپردیش میں پریکٹس کی، پھر یورپ چلے گئے، وہاں آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی اے کیا اور بار۔ایٹ لا ہوئے، اس زمانہ میں وہاں ان کے ساتھی مرحوم بیرسٹر نورالدین (دہلی) اور قاضی عبدالودود صاحب (پٹنہ) تھے، یورپ سے واپس آکر آسام میں پریکٹس شروع کی تو چند برسوں میں ہی وہاں کے نہایت کامیاب اور ممتاز بیرسٹر ہو گئے، اللہ نے کیا کچھ نہیں دیا تھا، اگر وہ چاہتے تو زندگی بڑے عیش و آرام اور شہرت و ناموری کے ساتھ گذار سکتے تھے مگر وہ سچے محب وطن اور فطرتاً نیشنلسٹ تھے اس لئے جلد ہی خارزار سیاست میں گھس پڑے، ان کی سیاسی زندگی کا آغاز آسام سے ہوا، ۱۹۳۵ء ایکٹ کے ماتحت ملک میں جو انتخابات ہوئے تو اگرچہ یہ زمانہ مسلم لیگ کی تحریک کے انتہائی شباب کا تھا لیکن اس کے باوجود انھوں نے سر سعداللہ جیسی کہن سال و تجربہ کار شخصیت کو شکست دی، آسام میں ان کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ وہاں کی سیاست ان کے اشارۂ چشم و ابرو پر رقص کرتی اور وہ یہاں کے مرد آہن کہلاتے تھے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے کانگرسی اور نیشنلسٹ ہونے کے باوجود نہایت انصاف پسند، جری اور حق گو بھی تھے، چنانچہ تقسیم کے بعد ایک وہ وقت بھی آیا جبکہ آسام کے سرحدی علاقوں سے وہاں کے مسلمانوں کو پاکستانی کہہ کر نکالا جا رہا تھا، مرحوم نے اس کی شدید مخالفت کی، اسمبلی میں گورنمنٹ کی اس پالیسی کے خلاف سخت تقریریں کیں، سنٹرل گورنمنٹ کو میمورنڈم بھیجا۔ اس سلسلہ میں خود وہاں کی کانگرس نے انھیں کیا کچھ بدنام نہیں کیا، ان کے نیشنلزم کو مطعون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا گیا، اور ملک سے ان کی وفاداری تک کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن انھوں نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا آخر کار اسے انجام تک پہونچا کے رہے اور گورنمنٹ کو اپنی یہ پالیسی ترک کرنی پڑی، مرکز میں آنے کے بعد اگرچہ ان کی شخصیت کا وہ طنطنہ اور دبدبہ باقی نہیں رہا جو آسام میں تھا، لیکن وہ کانگرس کے ہائی کمانڈ میں تھے، اس بنا پر ان کی رائے اور مشورہ کی بڑی اہمیت تھی، وہ تقریر کم کرتے کام زیادہ کرتے تھے، جوشیلی باتیں کہنے سے اجتناب کرتے اور ٹھوس حقائق پر نظر رکھتے تھے، گزشتہ چند برسوں میں ملک میں سرکاری سطح پر اردو کو جو فروغ ہوا کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں آنمرحوم کی درپردہ مساعی اور کوششوں کا دخل نہیں ہے، دلی میں ایوانِ غالب ان کی ایسی عظیم الشان یادگار ہے جو آیندہ نسلوں کے دل میں ان کی یاد اور ان کے لئے جذباتِ شکر گذاری کا چراغ ہمیشہ روشن رکھے گی، وہ قدیم دلی کی تہذیب، شرافت اور اس کی حسین روایات کے پیکرِ اتم تھے اور انھیں ان روایات پر فخر تھا۔ چنانچہ پہلے غالب صدی تقریبات اور اس کے بعد امیر خسرو تقریبات ان کے اہتمام و انتظام میں بصرفِ زرِکثیر جس شان سے منائی گئیں وہ کل کی سی بات ہیں۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا جناب فخرالدین علی احمد صاحب کا خاندان دینداری اور شرافت میں ممتاز ہے، آنمرحوم اور ان کے خاندان کے ساتھ میرے برادرانہ اور عزیزانہ تعلقات چالیس برس سے ہیں، ان کی بہنوں اور بھائیوں کی طرح میں بھی انھیں ہمیشہ آکا بھائی کہتا تھا۔ میرے کلکتہ کے زمانۂ قیام میں متعدد بار انھوں نے شلانگ سے دہلی آتے جاتے کبھی تن تنہا اور کبھی متعلقین کے ساتھ، کبھی فقط ایک شب کے لئے اور کبھی ایک دو دن کے لئے میرے ساتھ قیام کیا، ان کے علاوہ ان کی بہنیں اور بھائی کلکتہ آتے تو وہ بھی یہیں قیام کرتے تھے، اسی طرح مرحوم کے برادر خورد جناب حاجی احتشام الدین احمد صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عرف چھمن میاں جو آسام گورنمنٹ میں اعلیٰ افسر تھے ان کی دعوت اور اصرار پر متعدد بار میں شلانگ گیا تو ہفتوں دونوں بھائیوں کا مہمان رہا۔ اس بنا پر جناب مرحوم اور ان کے خاندان کو میں نے جلوت میں بھی دیکھا ہے اور خلوت میں بھی، گھر کے اندر بھی دیکھا ہے اور گھر سے باہر بھی، میں اپنے علم وبصیرت کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ ایسے اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ خاندان میں نے کم دیکھے ہیں جہاں یہ دونوں چیزیں بیک وقت اس طرح مجتمع ہوں، خود مرحوم کی دینداری کا عالم یہ تھا کہ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور حلال وحرام کا خیال رکھتے تھے، صدر جمہوریہ ہونے کے بعد بھی جمعہ کی نماز کے لئے نئی دہلی کی جامع مسجد پابندی سے آتے اور رمضان میں ختم تراویح کی تقریب میں شریک ہوکر حافظ اور امام صاحبان کو خلعت و انعام اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔ قربانی بہت اہتمام اور پابندی سے کرتے تھے، رمضان میں افطار اور کھانے کی مکلف دعوتیں جو وزارت کے زمانہ میں ہوتی تھیں وہ ہر سال راشٹرپتی بھون میں بھی ہوتی رہیں۔

شرافت کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ آدمی اپنے بڑے سے بڑے مخالف اور دشمن کے ساتھ بھی زبان اور عمل کا کوئی غیر شریفانہ معاملہ نہ کرے، یہ وصف مرحوم میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔ وہ بہت نرم خو اور نرم گفتگو تھے، خندہ جبیں اور خندہ رو تھے، میں نے اشتعال کی حالت میں بھی انھیں بلند آواز میں بولتے نہیں سنا۔ کبھی کوئی ناشائستہ اور نامہذب لفظ ان کی زبان سے آشنا نہیں ہوا، بیرسٹر نور الدین مرحوم بڑے جھگڑالو قسم کے انسان تھے، بعض مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ قدیم دوستی اور بے تکلفی کے باعث وہ فخر الدین علی احمد صاحب کے سامنے جھگڑالو پن کے ساتھ حکومت پر تنقید کر رہے ہیں، مگر فخر الدین علی احمد صاحب ہیں کہ ہنس رہے ہیں، اور خاموش ہیں، اُن کا دل انسانی محبت و ہمدردی کے جذبات سے معمور تھا، اُن کے ہاں امیر غریب کی کوئی تفریق نہیں تھی، وہ ہر فرد دردمند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مدد کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے، نہایت بامروت اور وضعدار انسان تھے جس سے جو وضع تھی اسے برابر نباہتے تھے۔ لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کا کوئی عزیز قریب یا دوست وزارت کے عہدہ پر پہونچ جاتا ہے تو اس سے میل ملاپ اور ملاقات کی لے کو بڑھا دیتے ہیں، لیکن میرا معاملہ اس کے برعکس ہے، میں اس کے ہاں از خود جانا ترک کر دیتا ہوں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں کسی سے کوئی غرض نہیں رکھتا۔ چنانچہ فخرالدین احمد صاحب کے ساتھ بھی میرا معاملہ یہی رہا۔ کبھی عید بقرعید پر چلا گیا تو خیر، ورنہ ان کی وزارت اور صدارت کے زمانہ میں از خود کبھی نہیں گیا، لیکن اُن کی وضعداری کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے کبھی مجھے فراموش نہیں کیا، سرکاری تقریبات کے علاوہ اپنی پرائیویٹ دعوتوں اور پارٹیوں میں بھی بلاتے تھے، گھر کی تقریبات کے موقع پر بھی یاد فرماتے تھے اور جب میں جاتا مصافحہ اور معانقہ کرتے اور گفتگو کرتے تھے، گذشتہ رمضان میں انطار پارٹی کے موقع پر کھانے سے فراغت کے بعد وہ ایک صوفہ پر بیٹھے ہوئے تھے، لوگ باری باری ان کے پاس جاکر بیٹھتے اور کچھ دیر گفتگو کرکے اٹھ جاتے تھے، میں ہال میں ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ انھوں نے دیکھا تو بڑی محبت سے آواز دیکر مجھے بلایا اور اپنے پاس بٹھا لیا، اور ہنس ہنس کر دیر تک باتیں کرتے اور میری ایک تقریر کی تعریف کرتے رہے جو چند روز پہلے ہی راشٹرپتی بھون کی ایک تقریب میں ہوئی تھی۔

غرض کہ اُن کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے، اس میں شک نہیں کہ اُن کا سانحۂ وفات ایک عظیم قومی اور ملی حادثہ ہے جس کے اثرات عرصہ تک محسوس ہوتے رہیں گے، لیکن وہ اپنے کردار وعمل اور حسن اخلاق و فضائل کی ایسی زندۂ جاوید یادگاریں چھوڑ گئے ہیں جن کو ہندوستان کا مورخ کبھی فراموش نہ کرسکے گا اور آئندہ نسلیں شکرگذاری اور عزت و احترام کے ساتھ انھیں یاد کریں گی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انھیں حسنات دنیوی سے نوازا، دعا ہے کہ حسنات عقبیٰ و آخرت سے بھی اُن کو سرفراز فرمائے اور ان کے مدارج و مراتب بلند ہوں، آمین۔

اب بھی ہے تیرے تصور سے وہی راز و نیاز
اپنی بچھڑی ہوئی آغوشِ محبت کی قسم

بیان ملکیت و تفصیلات متعلقہ برہان دہلی
(فارم چہارم قاعدہ ۸)

(۱) مقام اشاعت : اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

(۲) وقفہ اشاعت : ماہانہ

(۳) طابع کا نام : حکیم مولوی محمد ظفر احمد خاں شاہجہانپوری۔
قومیت : ہندوستانی
سکونت : ۱۳۶ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

(۴) ناشر کا نام : حکیم مولوی محمد ظفر احمد خاں شاہجہانپوری۔

(۵) اڈیٹر کا نام : مولانا سعید احمد اکبر آبادی
قومیت : ہندوستانی
سکونت : تغلق آباد مدن گیر نئی دہلی ۶۲
ملکیت : ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

میں محمد ظفر احمد خاں ذریعہ ہذا اقرار کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم اور اطلاع و یقین کے مطابق درست ہیں۔

دستخط ناشر
محمد ظفر احمد

© rasailojaraid.com